OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

امام زین العابدین کے کلامی اقوال کا مطالعہ

A Study of Theological Sayings of *Imām Zain al-Ā'bidīn*

Zia Ahmad

Doctoral Candidate Islamic Studies, The University of Faisalabad, Faisalabad

Dr. Muhammad Ramzan Najam Barvi

Assistant Professor of Islamic Studies, The Univerisity of Faisalabad, Faisalabad

Abstract

Theology refers to the religious faiths/beliefs, practices and experiences especially: the study of God's relationship with His creation. Islam is possessing the ever most comprehensive theological thoughts as compared to the other religions of the world. Imām Zain al-Ābidīn is a renowned personality of Islamic history. He natively belongs to the family of Holy Prophet PBUH and he found the era of Hazrat Ali r.a. In his era different civilisations and cultures started to affect the theological thoughts of the Muslims specially in non-Arabic countries. He played a vital role for revivalism of Islamic theological thoughts during his time. In this dissertation a discussion has been made about his theological thoughts.

Keywords: Theology, Cultural Effects, Revival, *Zain al-Ā'bidīn*

تمہید

علم الکلام کسی بھی مذہب کی مذہبی عقائد، عملیات اور تجربات سے متعلق علم ہے جو خاص طور پر اللہ اور مخلوق کے درمیان ربط سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلامی عقائد سے متعلق علم دنیا میں پائے جانے والے تمام مذاہب کے علم الکلام سے زیادہ منطقی ہے۔ امام زین العابدین کے وقت میں اسلام کی جغرافیائی حدود میں ایسا تغیر آیا کہ اسلام عجمی ممالک میں پھیلنے لگا۔ ان ممالک میں بسنے والے لوگوں کی معاشرتی روایات واقدار اور خاص طرزِ فکر کا اسلامی عقائد پر اثر آنا شروع ہوا۔ جس کے نتیجے میں جبریہ، قدریہ

CC BY

اور معتزلہ جیسے باطل گروہوں نے جنم لیا۔ امام زین العابدین کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ انہوں نے اسلامی عقائد کی آبیاری قرآن و حدیث کے انہی بنیادی اصولوں پر کی جن کی نبی رحمت ﷺ نے داغ بیل ڈالی تھی۔

توحیدِ باری تعالیٰ سے متعلقہ اقوال

"ومن کلام علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیهما السلام: لا یهلک مومن بین ثلاث خصال: شهادة ان لا اله الا الله وحده لا شریک له، وشفاعة رسول الله ﷺ، وسعة رحمه الله عزوجل۔ خف الله لقدرته علیک و استحی لقربه منک۔ اذا صلیت فصل صلاة مودع، وایاک و مایعتذرمنه، وخف الله خوفا لیس بالتعذر۔ ایاک والا بتهاج بالذنب، فان الا بتهاج بالذنب، اعظم من رکوبه۔ "[1] "علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہما السلام کا فرمان ہے: کوئی مؤمن شخص ان تین باتوں کے ہوتے ہوئے ہلاک نہیں ہو سکتا: اس بات کی گواہی کہ "اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ تنہا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں۔" رسول اللہ ﷺ کی شفاعت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت۔ خود پر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خوف رکھو اور اُس کے (شہ رگ سے بھی) قریب ہونے کی وجہ سے حیا کرو، جب تم نماز پڑھو، تو گویا اپنی آخری نماز جانتے ہوئے پڑھو، اور اُس چیز سے بچو، جس کے لیے تمہیں (بعد میں) عذر خواہی کرنے پڑے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، نہ کہ عذر خواہی کرتے رہو (کہ گناہوں میں لگے رہو۔) خبر دار! گناہوں پر دَلیری سے بچتے رہو، کیونکہ گناہوں پر دلیر ہونا، انہیں کرنے سے بھی زیادہ سنگین (جُرم) ہے۔"

امام زین العابدین اس قول میں توحید باری تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت، قدرت پر ایمان کے ساتھ ساتھ نماز ادا کرنے کے حقیقی طریقہ کی وضاحت اور حق تعالیٰ کے خوف دل میں رکھنا اور گناہوں سے بچنے کی تلقین جیسے مباحث شامل ہیں۔ امام زین العابدین بیان کرتے ہیں کہ مومن کو ہلاکت سے بچانے والی تین چیزوں میں پہلی چیز توحید باری تعالیٰ پر ایمان ہے۔ جس کے متعلق قرآن مجید کی متعدد آیات اور متعدد احادیث میں صراحت بیان کی گئی ہے۔ ذیل میں چند آیات و احادیث بیان کی جاتی ہیں:" اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ "[2] "بے شک اللہ تعالیٰ شرک (کا گناہ) معاف نہیں فرماتا اور اس کے علاوہ جو گناہ چاہے وہ معاف فرما دیتا ہے۔" اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ "[3] "بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔" باری تعالیٰ کی تنزیہہ و تقدیس اس عقیدہ کی متقاضی ہے کہ نہ اُس کو کسی نے جنا اور نہ ہی اُس نے کسی کو جنا۔ یعنی مخلوقات کی طرح تولد و تولید سے وہ پاک ہے اور اس عقیدہ کو سورۃ الاخلاص میں یوں بیان کیا گیا ہے:" قُلْ ہُوَاللّٰہُ اَحَدٌ oاَللّٰہُ الصَّمَدُoلَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ oوَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌo "[4] یعنی اس بات پر ایمان و ایقان رکھنا کہ مستقل بالذات اور واجب الوجود ذات حق تعالیٰ کی ہے وہ قادر مطلق ہے ہر طرح کی بیزاری وقید سے پاک ہے۔ تمام مخلوقات کا اکیلا خالق ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس عقیدہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ:"من مات لایشرک بالله شیئًا دخل الجنة "[5] الغرض عقیدہ توحید بندہ مومن کے ایمان کی اساس ہے اور اسی عقیدہ پر کسی قسم کا کوئی بھی شائبہ انسان کو ایمان کی دولت سے محروم کر دیتا ہے۔

شفاعت نبوی

امام زین العابدین کے اس قول کا دوسرا حصہ نبی اکرم ﷺ کی شفاعت سے متعلق ہے۔ قرآن و حدیث سے نصوص شرعیہ اس امر پر دال ہیں کہ بروزِ قیامت باری تعالیٰ کی بارگاہ میں اُسی کے اذن سے چند طبقات کو شفاعت کا حق حاصل ہو گا اور اللہ تعالیٰ

کے حکم کے سوا یہ بھی ممکن نہیں۔ کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:" مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِه"[6] جن طبقات کو اذن شفاعت حاصل ہو گا ان میں سرِ فہرست انبیاء کرام علیہم السلام ہیں اور پھر ان میں بھی سب سے پہلے نبی آخر الزمان ﷺ شفاعت فرمائیں گے۔ جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي، نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَ أُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَآمَّةً."[7] مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد فرمائی گئی، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنے والی (جائے تیمم) بنادی گئی۔ لہٰذا میری امت میں سے جو شخص بھی (جہاں) نماز کا وقت پائے تو وہ وہیں پڑھ لے، میرے لئے اموالِ غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہ تھے، مجھے شفاعت عطا کی گئی، اور پہلے نبی ایک خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔ "بروزِ قیامت نبی کریم ﷺ کو شفاعت کا اذن ملنا آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے:" حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِيْ بَعْضٍ. فَيَأْتُوْنَ آدَمَ، فَيَقُوْلُوْنَ: إِشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّکَ، فَيَقُوْلُ: لَسْتُ لَهَا، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِإِبْرَاهِيْمَ فَإِنَّهُ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ. فَيَأْتُوْنَ إِبْرَاهِيْمَ، فَيَقُوْلُ: لَسْتُ لَهَا، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوْسَى فَإِنَّهُ كَلِيْمُ اللهِ. فَيَأْتُوْنَ مُوْسَى، فَيَقُوْلُ: لَسْتُ لَهَا، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيْسَى فَإِنَّهُ رُوْحُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ. فَيَأْتُوْنَ عِيْسَى، فَيَقُوْلُ: لَسْتُ لَهَا، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ صلى الله عليه وآله وسلم.فَيَأْتُوْنَنِي فَأَقُوْلُ: أَنَا لَهَا، فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي، فَيُؤْذَنُ لِي، وَيُلْهِمُنِي مَحَامِدَ أَحْمَدُهُ بِهَا لَا تَحْضُرُنِي الْآنَ، فَأَحْمَدُهُ بِتِلْکَ الْمَحَامِدِ، وَ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا۔ فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ! إِرْفَعْ رَأْسَکَ، وَ قُلْ يُسْمَعْ لَکَ، وَ سَلْ تُعْطَ، وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ، أُمَّتِي أُمَّتِي، فَيُقَالُ: اِنْطَلِقْ، فَأَخْرِجْ مِنْهَا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ شَعِيْرَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ، فَأَنْطَلِقُ فأَفْعَلُ۔ ثُمَّ أَعُوْدُ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْکَ الْمَحَامِدِ، ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَکَ، وَ قُلْ يُسْمَعْ لَکَ، وَ سَلْ تُعْطَ، وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ! أُمَّتِي أُمَّتِي، فَيُقَالُ: اِنْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مِنْهَا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ أَوْ خَرْدَلَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ، فَأَنْطَلِقُ، فَأَفْعَلُ. ثُمَّ أَعُوْدُ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْکَ الْمَحَامِدِ، ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَکَ، وَ قُلْ يُسْمَعْ لَکَ، وَ سَلْ تُعْطَ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ! أُمَّتِي أُمَّتِي، فَيَقُوْلُ: اِنْطَلِقْ، فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ أَدْنَى أَدْنَى أَدْنَى مِثْقَالِ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ، فَأَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ، فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ.فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ أَنَسٍ قُلْتُ لِبَعْضِ أَصْحَابِنَا: لَوْ مَرَرْنَا بِالْحَسَنِ، وَ هُوَ مُتَوَارٍ فِي مَنْزِلِ أَبِي خَلِيْفَةَ، فَحَدَّثْنَاهُ بِمَا حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، فَأَتَيْنَاهُ فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ، فَأَذِنَ لَنَا۔ فَقُلْنَا لَهُ: يَا أَبَاسَعِيْدٍ! جِئْنَاکَ مِنْ عِنْدِ أَخِيْکَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، فَلَمْ نَرَ مِثْلَ مَا حَدَّثَنَا فِي الشَّفَاعَةِ۔ فَقَالَ: هِيْهِ، فَحَدَّثْنَاهُ بِالْحَدِيْثِ، فَانْتَهَى إِلَى هَذَا الْمَوْضِعِ. فَقَالَ: هِيْهِ، فَقُلْنَا لَهُ: لَمْ يَزِدْ لَنَا عَلَى هَذَا، فَقَالَ: لَقَدْ حَدَّثَنِي وَ هُوَ جَمِيْعٌ مُنْذُ عِشْرِيْنَ سَنَةً، فَلَا أَدْرِي: أَنَسِيَ ، أَمْ كَرِهَ أَنْ تَتَّكِلُوْا۔ فَقُلْنَا: يَا أَبَا سَعِيْدٍ! فَحَدِّثْنَا، فَضَحِکَ، وَ قَالَ: خُلِقَ الْإِنْسَانُ عَجُوْلًا، مَا ذَكَرْتُهُ إِلَّا وَأَنَا أُرِيْدُ أَنْ أُحَدِّثَكُمْ، حَدَّثَنِي كَمَا حَدَّثَكُمْ بِهِ.قَالَ:

ثُمَّ أَعُوْدُ الرَّابِعَةَ، فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ، ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا، فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَکَ، وَ قُلْ يُسْمَعْ، وَ سَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ! اِئْذَنْ لِي فِيْمَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، فَيَقُوْلُ: وَ عِزَّتِي وَجَلَالِي، وَ كِبْرِيَائِي وَعَظَمَتِي: لَأُخْرِجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ. "[8]"ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز لوگ دریا کی موجوں کی مانند بے قرار ہوں گے۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے، وہ فرمائیں گے: یہ میرا مقام نہیں، تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ کے خلیل ہیں۔ پس لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے جس پر وہ فرمائیں گے: میرا منصب یہ نہیں ہے تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں۔ پس وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے وہ فرمائیں گے: میرا منصب یہ نہیں ہے تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں۔ پس وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ بھی فرمائیں گے: میرا یہ مقام نہیں ہے تم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ۔" پس لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا: ہاں! آج شفاعت کا منصب تو میرے پاس ہی ہے۔ پھر میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت مل جائے گی اور مجھے ایسے حمد یہ کلمات الہام کئے جائیں گے جن کے ساتھ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کروں گا جو اب مجھے مستحضر نہیں ہیں۔ پس میں ان محامد سے اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ سو مجھے کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھایئے اور کہو! تمہیں سنا جائے گا، مانگو تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت، پس فرمایا جائے گا: جاؤ اور جہنم سے اسے نکال لو جس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو۔ میں جا کر یہی کروں گا۔ پھر واپس آ کر ان محامد کے ساتھ اس کی حمد و ثنا کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پس کہا جائے گا: محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور کہو تمہاری سنی جائے گی، مانگو تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت! پس فرمایا جائے گا: جاؤ اور جہنم سے اسے بھی نکال لو جس کے دل میں ذرے کے برابر یا رائی کے برابر بھی ایمان ہو۔ پس میں جا کر ایسے ہی کروں گا۔ پھر واپس آ کر انہی محامد کے ساتھ اس کی حمد و ثنا بیان کروں گا اور پھر اس کے حضور سجدے میں چلا جاؤں گا۔ پس فرمایا جائے گا: محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور کہو تمہاری سنی جائے گی، مانگو تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے رب! میری امت، میری امت، پس وہ فرمائے گا: جاؤ اور اسے بھی جہنم سے نکال لو جس کے دل میں رائی کے دانے سے بھی بہت ہی کم، بہت ہی کم، بہت ہی کم ایمان ہو۔ پس میں خود جاؤں گا اور جا کر ایسا ہی کروں گا۔"

انبیاء کرام ﷺ کے بعد اولیاء وصلحاء کو اذن شفاعت ملے گا جن میں اصحاب و اہل بیت رسول ﷺ اور باعمل علماء شامل ہیں۔ چنانچہ احادیث مبارکہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ: "حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے انبیاء شفاعت کریں گے پھر شہداء اور پھر مؤذنین شفاعت کریں گے۔"[9]شفاعت کی لفظی معنٰی سفارش کرنا یہ لفظ بہت سی احادیث؛ میں وارد ہوا ہے۔ جبکہ اصطلاح میں شفاعت سے مُراد معصیت کبیرہ میں تخفیف عذاب یا بالکلیہ اسقاط عذاب یا صغائر کی معافی یا جب نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں تو دخول جنت کے لیے بارگاہ ربوبیت میں کوئی مقبول شخص شفاعت کرے۔[10]شفاعت کے متعلق خوارج مطلقاً شفاعت کے قائل نہیں۔ معتزلہ صرف صغائر کی

مغفرت اور رفع درجات کے قائل ہیں۔ جبکہ معصیت کبیرہ کے لیے شفاعت کے قائل نہیں۔ لیکن اہلِ سنت دنیا و آخرت میں صغائر و کبائر کی مغفرت، تخفیف عذاب، بعض کفار کے لیے تخفیف عذاب، رفع درجات ہر قسم کی شفاعت کے قائل ہیں۔ خواہ یہ شفاعت بالاذن ہو یا بالوجاہت ہو یا بالمحبت ہو۔[11] امام زین العابدین کے اسی قول کا ایک حصہ نماز کو اس طرح ادا کرنے کے حوالے سے ہے کہ گویا ہر نماز کو آخری نماز سمجھ کر ادا کیا جائے۔ جیسا کہ حدیثِ جبرئیل میں نبی ﷺ نے صحابی کے احسان کے متعلق سوال کرنے کے جواب میں ارشاد فرمایا:" قَالَ: فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ! قَالَ: اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ ' فَاِنْ لَمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ "[12] آپؐ نے فرمایا:(احسان یہ ہے) کہ تم اس کیفیت میں اللہ کی بندگی کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو. پس اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے (یہ کیفیت پیدا نہیں ہو رہی) تو (یہ کیفیت تو پیدا ہو کہ) وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔" امام زین العابدین کے اس قول کے ایک حصہ میں عذر خواہی نہ کرنے کی تعلیم بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کے مطابق ایسا کرنا شیطانی عمل ہے کہ شیطان نے حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کا یہ عذر پیش کیا تھا کہ:" اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ "[13] گویا گناہ پر دلیر ہونا اور عذر پیش کرنا ایک شیطانی عمل ہے۔ جب انسان اس بات پر پختہ ایمان رکھتا ہے کہ باری تعالیٰ ہر وقت اس کا مشاہدہ فرمارہا ہے تو پھر گناہ پر مصر ہونا ڈھٹائی اور سنگین جرم میں شامل ہوتا ہے۔

قضاء وقدر پر ایمان سے متعلق اقوال

امام زین العابدینؒ کے اقوال میں سے درج ذیل قضاء وقدر پر ایمان سے متعلق ہیں:"قال علی بن الحسین: ما اجب ان لی بنصیبی من الذل حمر النعم"[14] "سرخ اونٹ کی بھی اپنے لیے مقدر کی گئی انکساری سے زیادہ محبوب نہیں۔""علی بن الحسین یقول: من قنع بما قسم اللہ لہ، فھو من اغنی الناس "[15] "علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے کہا: جو شخص قانع ہو گیا اس پر جو اللہ تعالیٰ نے تقسیم کر رکھا ہے، تو وہ لوگوں میں سب سے زیادہ غنی ہے۔""قال علی بن الحسین: الرضا بمکروہ القضاء، ارفع درجات الیقین"[16] "علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: انسان کی تقدیر میں اُس کے ناپسندیدہ چیزوں پر راضی رہنا یقین کے ارفع درجات میں سے ہے۔" قضاء وقدر پر ایمان سے متعلق کلامیین میں ہمیشہ اختلاف رہا ہے۔ چنانچہ چند ایک کلامی فرقے اس ضمن میں گمراہ ہیں جیسے کہ جبریہ وقدریہ وغیرہ۔ قضاء وقدر سے مُراد یہ ہے کہ دنیا کی کوئی بھی چیز محض اتفاقی حادثہ مع نتیجہ نہیں بلکہ ہر چیز کو ایک خاص منصوبہ سے پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز تخلیق کرنے سے قبل اس کا کامل علم تھا اور ایک مقررہ وقت پر ہر چیز کو خاص شکل وصورت میں پیدا کیا گیا۔ اس کو ایک خاص حد تک نشو و نما دی گئی۔ اسی طرح ایک خاص حد تک قائم رکھا گیا اور اُس کے بعد اس کو ختم کر دیا گیا اور اپنا وقت مقررہ (خاصہ) پورا کرنے کے بعد یہ تمام دنیا بھی ختم کر دی جائے گی۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ:" اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ "[17] علامہ راغب اصفہانی تقدیر کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:"بان یجعلھا علی مقدار مخصوص ووجہ مخصوص جسما اقتضت الحکمۃ۔"[18] اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو دو طریقہ سے پیدا فرمایا بعض چیزوں کو ابتداء علی وجہ الکمال پیدا فرمایا ان میں فنا طاری ہونے تک کوئی کمی اور اضافہ نہیں جیسے آسمان وغیرہ اور بعض چیزوں کے اصول و مبادی پہلے پیدا ہوئے ہیں پھر بتدریج ان کی نشو و نما ہوئی ہے۔ جیسے کھجور کی گٹھلی سے کھجوریں پیدا ہوتی ہے سیب پیدا نہیں ہوتا اور انسان کے نطفہ سے انسان ہی پیدا ہوتا ہے کوئی اور حیوان پیدا نہیں ہوتا۔ مزید برآں بکثرت اس موضوع پر احادیث ملتی ہیں کہ تم سے ہر ایک جاندار کا ٹھکانہ جنت یا جہنم اللہ نے رکھ دیا ہے اور اس کا سعید و شقی ہونا بھی لکھ دیا گیا ہے تو پھر عمل کو ترک کیوں نہ کر دیا جائے تو نبی اکرم

ﷺ نے اسی ضمن میں ارشاد فرمایا کہ:" إن الرجل ليعمل الزمن الطويل بعمل أهل الجنة، ثم يختم له بعمل أهل النار، وإن الرجل ليعمل الزمن الطويل بعمل أهل النار، ثم يختم له بعمل أهل الجنة"[19] امام زین العابدینؒ بھی قضاء وقدر سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ تم سے ہر شخص اپنے مقدر کی گئی چیز کے تابع ہے۔ پھر بہتر وہی ہے جو اس پر قناعت کر جائے کہ جو اللہ نے اُس کے لیے تقسیم کر رکھا ہے۔ آپ کے اس عمل سے باطل عقائدِ قضاء وقدر کا بھی بُطلان ہوتا ہے۔ جیسے جبریہ وقدریہ وغیرہ۔ کیونکہ قدریہ کے مطابق خیر وشر ہمارے قبضہ میں ہے اور حضور اکرم ﷺ کی حدیث کے مطابق ایسے لوگوں کی شفاعت بھی نہیں ہوگی اور امتِ مصطفیٰ ﷺ سے بھی خارج ہیں۔[20] اسی طرح جبریہ بھی باطل نظریہ رکھتے ہیں کہ جو کچھ حکم دیا گیا ہے ہم صرف اُسی کے تابع ہیں اور جبری طور پر ہمیں وہی کرنا ہے۔ جبکہ تابع ہونے سے مُراد یہ ہے کہ ہم اپنے ارادہ واختیار سے جو کچھ بھی کرتے ہیں وہ اللہ کے علم میں پہلے سے ہی ہے اور اس نے اپنے علم کو لوحِ محفوظ پر لکھ دیا ہے۔ یعنی علم معلوم کے تابع ہے، معلوم علم کے تابع نہیں۔[21]

امام زین العابدینؒ کا قول کہ ناپسندیدہ چیزوں پر راضی رہنا یقین کے ارفع درجات میں سے ہے قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے مطابقت رکھتا ہے:" وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَخَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَشَرٌّ لَّكُمْ "[22] یعنی اس بات پر کامل ایمان ہو کہ ہم اپنی دانست میں خود کے لیے جس کو اچھا نہیں جانتے ممکن ہے کہ اُسی میں خیر ہو۔ لہٰذا ایک قانع شخص خُدا کی تقسیم اور بظاہر اکراہ والی چیزوں پر خوش رہتا ہے۔

ایمان بالموت ومابعد الموت کے متعلق اقوال

"وكان يقول: عجبت للمتكبر الفخور، الذی كان بالامس لطفة، ويكون غداجيفة وعجبت كل العجب، لمن شک فی الله، وهو يری خلقه، وعجبت كل العجب، لمن انكر النشاة الاكری، وهويری النشاة الاولی۔ وعجب كل العجب ، لمن عمل لدار الفناء، وترک دار البقاء"[23] اور وہ (علی بن حسین رضی اللہ عنہما) کہا کرتے تھے۔ میں متکبر ومتفاخر شخص پر متعجب ہوتا ہوں جو کل تک تو محض ایک نطفہ تھا اور کل بدبودار مٹی کا ڈھیر ہو گا اور میں ایسے شخص پر بھی متعجب ہوتا ہوں۔ جو اللہ تعالیٰ کے وجود میں بھی شک کرتا ہے۔ حالانکہ وہ اللہ اپنی تخلیق کو دیکھ رہا ہے اور میں ایسے شخص پر بھی متعجب ہوتا ہوں جو دوبارہ زندہ کرنے سے انکاری ہے۔ حالانکہ وہ پہلی مرتبہ کی تخلیق کو دیکھ رہا ہے اور میں ایسے شخص پر بھی تعجب کرتا ہوں جو فنا ہونے والی دنیا کے لیے تو کام کرتا ہے اور ہمیشہ رہنے والے گھر کو چھوڑے رکھتا ہے۔" "وقال علی بن الحسين حسين مات ابنه ولم يجزع: امر كنا نتوقعه فلما وقع لم ننكره "[24]" جب علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے بیٹے کا انتقال ہوا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے آہ وبکا نہیں کی، اور فرمایا: یہ (موت) ایسی بات ہے، جس کی ہم توقع رکھتے تھے، پس جب وہ واقع ہو گئی، تو ہم اُس پر انکار نہیں کرتے۔"

امام زین العابدین کے یہ دو اقوال موت اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کے عقائد کی تصریح بیان کرتے ہیں۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے اور ہم اس کے واقع ہونے سے انکار نہیں کرتے۔ آپ کا یہ قول قرآنِ مجید کی بکثرت آیات میں وارد ہونے والے موضوع کے عین مطابق ہے کہ جس میں موت کو اجل مسمیٰ وغیرہ جیسی اصطلاحات سے تعمیر کیا گیا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:" اِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ "[25] موت کی اٹل حقیقت کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:" قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ "[26]

اسی طرح امام زین العابدینؒ کے قول کے مطابق وہ شخص متکبر ہے جو حق تعالیٰ کے وجود پر شک کرتا ہے جبکہ قرآن مجید میں بکثرت وجود باری تعالیٰ پر دلائل میں آیات موجود ہیں جیسے:" وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ "[27] "اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اب انسان بن کر چلتے پھرتے پھیل رہے ہو۔" "اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَاۗىِٕقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ "[28] "بھلا بتاؤ تو؟ کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ کس نے آسمان سے بارش برسائی؟ پھر اسے ہرے بھرے بارونق باغات اُگا دیئے۔ ان باغوں کے درختوں کو تم ہرگز نہ اُگا سکتے کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود ہے؟ بلکہ یہ لوگ سیدھی راہ سے ہٹ جاتے ہیں۔" امام زین العابدینؒ بیان کرتے ہیں کہ تعجب ہے اس شخص پر جو پہلی مرتبہ ایک نطفہ سے تخلیق کو دیکھ کر بھی دوبارہ زندہ کیے جانے سے انکاری ہے۔ آپؒ کا یہ قول بھی متعدد آیاتِ قرآنی کے مطابق ہے کہ سورۃ یٰسین میں فرمائی ہے:" قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ"[29] "آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں اول مرتبہ پیدا کیا۔ جو سب کی طرح کی پیدائش کا بخوبی جاننے والا ہے۔"

نتیجہ بحث

امام زین العابدین کے ان اقوال سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ واحد، واجب الوجود اور مستقل بالذات خالقِ کائنات ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے اور کسی بھی حوالے سے شرک سے پاک ذات ہے۔ انسان اس دنیا میں محض حادثاتی طور پر وجود پذیر نہیں ہوا بلکہ اس کی زندگی کا ایک مکمل منصوبہ اور ضابطہ ہے جو ازل سے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ مگر اُس نے انسان کو حق اور باطل دونوں راہیں دکھا کر اختیار دیا کہ وہ کسی ایک راہ کا کسب کرے اور اسی اختیار کے مطابق وہ بروزِ قیامت مکلف ہو گا۔ جبکہ جبریہ اور قدریہ کے نظریات قرآن وحدیث سے بالکل متضاد ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ انسان یا تو اس دنیا میں مجبور ہے یا ہر طرح سے اپنے اعمال کا قادر ہے۔ امام زین العابدین نے اپنے وقت میں توحیدِ باری تعالیٰ اور دیگر اسلامی کلامی مباحث پر اثر انداز ہونے والے باطل افکار کا قلع قمع کیا۔

References
[1] Skykh Hamadûn, Al Tazkrata al-Hamdunia, 1: 107, Hadith No. 207.
[2] Al-Nisã, 4:116.
[3] Luqman, 31:13.
[4] AllEkhlas, 112:1-4.
[5] Wali u-Din Muhammad Bin Abdullah, Mishkaat al-Msabih, Kitab al-Iman, (Bairut: Dar ul Kutab Al Ilmia), Hadith No. 38.
[6] Al Baqra, 2:255.
[7] Al Nisai Ahmad Bin Shoaib, Al Sunan, Kitab al-Gusal, Hadith No. 432.
[8] Bukhari, Al-Jam'I Al- Sahih, Kitab al-Touheed, 6:272, Hadith No. 7072.
[9] Al Bazzar, Abu Bakar Ahmad Bin Amr, Masnad al-Bazzar, (Madina Munawara, 2004), Hadith No. 2471.

[10] Sheikh Waheed al- Zaman, Lugaat al-Hadees, Noor Muhammad Karkhana, Karachi, 2: 97.
[11]Saeedi Ghulam Rasool, Sharah Sahih Muslim, (Lahore: Fareed Book Staal Urdu Bazar), 2:38.
[12] Al Qushairi, Muslim Bin Hijaaj, Jamia Al Sahih Lil Muslim (Bairut: Al Jamia Al Sahih Lil Muslim),, Hadith No. 8.
[13] Saad, 38:76.
[14] Abu Naeem, Hiliyat al-Aoulia, 3:137.
[15] Ibid, 3:135.
[16] Ibn Qutaiba, Kitaab Uyoon al-Akhbar, Kitab al Zuhad, 2: 374.
[17] Al Qamar, 54:49.
[18] Asfahani Allama Hussain Bin Muhammad, Raghib, al- Mufradaat, (Iran: Al Maktaba tul Murtazavia, 1342), 395.
[19] Al Qushairi, Muslim Bin Hijaaj, Jamia Al Sahih Lil Muslim, Hadith No. 6617.
[20] Al Asqalani, Shaafi, Hafiz Ahmad Bin Hajr, Fat hul bari, (Bairut: Dar ul Kutab al-Ilmia), 1:477.
[21] Saeedi Ghulam Rasool, Sharah Sahih Muslim, 7:269.
[22] Al Baqara, 2:216.
[23] Ibn al-Jauzi, Al Muntazim, 6:328.
[24] Ibid, 4:195, Hadith No. 475.
[25] Younus, 10:49.
[26] Al Jumu'ah, 62:8.
[27] Al Room, 30:20.
[28] Al Namal, 27:60.
[29] Yaseen, 36:79.